’’اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اگر وہ مظلوم ہے تو میں اس کی مدد کروں لیکن اگر وہ ظالم ہے تو کیسے اس کی مدد کروں؟ آپ نے فرمایا تم اس کو ظلم سے باز رکھو، یہی اس کی مدد ہے۔‘‘

(بخاری)

ظالم کا ہاتھ کون روکے گا ......؟؟

(موجودہ وقت کا ایک بنیادی سوال ......)

انسانیت کو گمراہی اور ضلالت کے اندھیروں سے نکالنے اور معاشرے میں پھیلے ہوئے ظلم وستم، ناانصافی اور اس کے ساتھ بے حیائی و فحاشی کے طوفان کو روکنے کی ذمہ داری کس کی ہے......؟؟ پہلے اللہ تعالیٰ یہ کام انبیاء اکرام کے ذریعے لیتا تھا۔ اب یہ کام کون کرے گا......؟؟

www.hamditabligh.net

اسلام صرف عبادات کا نام نہیں

’’اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے...... جو لوگ موجودہ زمانے کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھے رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک ’’بدنما داغ‘‘ لگاتے ہیں۔‘‘

’’بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہرے ذکر اللہ کی روشنی اور نماز کے نور سے روشن ہیں لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا جلد اٹھو اور اس امت موعود کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دل پر چند ناپاک ہستیوں اور ان کے سامانِ حرب وضرب کا خوف طاری ہوجاتا ہے‘‘

(شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ)

ظالم کا ھاتھ کون روکے گا......؟؟

(موجودہ وقت کا ایک دردمندانہ سوال ......)

سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (سورۃ الاعراف : ۱۰۷)

''وہ پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔ اور ان لوگوں پر جو (جاہلیت کے) بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔''

یعنی رسول ﷺ کا فرضِ منصبی تھا کہ لوگوں کو جہالت کے اندھیاروں میں سے روشنی کی طرف لیکر آئیں ......اور جہالت کے وہ طوق، جس کے نیچے انسانیت پسی جا رہی ہے نکال باہر کریں ......یہی کام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا جب کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی اس انتہا پر تھے کہ اللہ سے ہم کلام ہو رہے تھے......اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیکر کہا کہ جاؤ فرعون کی طرف وہ سرکش ہو گیا ہے......

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ (سورۃ طٰہٰ : ۲۴)

''جاؤ فرعون کی طرف کہ بیشک وہ سرکش ہو گیا ہے۔''

یہ سب آخر کیوں......؟؟ دراصل فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا اور اپنے جابرانہ نظام میں جکڑ دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے کہا جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے......اور اس کی سرکشی کی وجہ سے بنی اسرائیل کو اللہ سے لو لگانے کا موقع نہیں مل رہا تھا...... چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں گئے:۔

﴿فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ

قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى﴾

(سورۃ طٰہٰ : ٤٧)

''تم اس کے پاس جا کر کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے پیغمبر ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ ان کو تکلیف نہ دے ہم تیرے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لے کر آئے ہیں۔ اور سلامتی ہے اس کیلئے جو راہ راست کی پیروی کرے۔''

اور پھر آخر کار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طویل جدوجہد کے بعد بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی......اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے صرف لوگوں کو اسلامی تعلیمات پڑھ کر نہیں سنائی...... بلکہ وہ نظام غالب کر کے دکھایا جس کے اندر رہتے ہوئے انسانیت کو اللہ سے لو لگانے کا موقع مل سکے......اور عدل وقسط کا نظام قائم ہو جائے......اور یہی انبیاء اکرام کے بھیجے جانے کا مقصد تھا......

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾

(سورۃ الحدید: ۲۵)

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کریں اور ترازو (یعنی نظامِ عدل وقسط) تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں''

اس سلسلے میں ایک صحابی، سعد بن ابی وقاصؓ کے الفاظ قابل غور ہیں...... جو انہوں نے اس دور کی سپر پاور کسریٰ کے دربار میں کہے تھے کہ:۔

﴿اِنَّا قَدْاُرْسِلْنَا لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ الْجِهَالَتِ اِلٰى نُوْرِ الْاِيْمَانِ وَمِنْ جَوْرِ الْمَلُوْكِيَّةِ اِلٰى عَدْلِ الْاِسْلَامِ﴾

''بلاشبہ ہم بھیجے گئے ہیں تا کہ ہم نکالیں لوگوں کو جہالت کے اندھیروں سے ایمان کی روشنی کی طرف اور بادشاہت کے ظلم سے نکال کر اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف۔''

یعنی جس نور سے خود صحابہ اکرامؓ نے روشنی حاصل کی اسے لیکر مدینہ میں نہیں بیٹھے رہے...... بلکہ عالمِ انسانیت میں جہاں کہیں ظلم تھا......نا انصافی تھی...... جہالت تھی......انسانیت مجبور تھی......ظلم کی چکی میں پس رہی تھی......تو انہوں نے اس کو ظلم سے نجات دلائی......اور اس نظام کو غالب کرنے کے لئے میدانِ عمل میں اترے......جس کو محمد عربی ﷺ لیکر آئے تھے......

لیکن آج پھر انسانیت ظلم اور نا انصافی کا شکار ہے......طاغوت نے پھر اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے......اس دنیا میں شیطانوں کے ایجنٹ یہود اپنے گریٹر اسرائیل (Grater Israil) کے قیام کے لئے رذیل ترین وسائل اختیار کر رہے ہیں......آئی۔ایم۔ایف اور ورلڈ بینک کے ذریعے پوری دنیا کے معاشی نظام کو اپنے کنٹرول میں کر لیا ہے......اور خود پاکستان ان کے قرضوں میں مکمل طور پر جکڑ چکا ہے......اور آج حالت یہ ہے کہ ہر پاکستانی 16 ہزار روپے سے زیادہ کا مقروض ہے......جس کی وجہ سے ہر پاکستانی کو روزانہ تقریباً 7 روپے......اور مجموعی طور پر ایک ارب روپے سود کی مد میں ادا کرنے پڑتے ہیں...... جسے ہم ٹیکسوں، بجلی، گیس اور پیٹرول کی اضافی قیمت کی شکل میں ادا کرتے ہیں......پھر برسرِ اقتدار طبقہ یہودی ساہوکاروں کے کہنے پر آئے دن ہر چیز پر ٹیکس عائد کر دیتے ہیں جسکے باعث عام آدمی کی زندگی دشوار ہو گئی ہے......

روزنامہ آغاز، 4 جولائی 2006ء کی اشاعت میں صرف کراچی کے 3 سرکاری اسپتالوں کے اعداد و شمار کے مطابق:

''معاشی ناہمواریاں اور غربت سے تنگ آ کر 2006ء کے پہلی شماہی میں 3 ہزار افراد نے خودکشی کے کوشش کی، جس میں سے 600 ہلاک ہو گئے۔''

اور'' انسانی حقوق کی تنظیموں کے مطابق اس سال صرف صوبہ سندھ میں 8845 افراد نے خوکشی کی کوشش کی''

(روزنامہ اسلام۔ جون، 2006)

کیا ان حالات میں کسی غریب کو یہ سوچنے کا موقع بھی میسر آئے گا کہ اللہ سے لو لگانا کسے کہتے ہیں ......؟؟ بلکہ وہ اس فقر کی وجہ سے کفر سے قریب سے قریب تر ہو رہے ہیں ......جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ ہے کہ:

﴿کَادَا لْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا﴾ (بھیقی)

''تنگدستی کفر میں مبتلا کر دیتی ہے''

شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کے بقول:

''جب معاشرے میں ظلم کا نظام قائم ہوتا ہے تو وہ دودھاری تلوار بن جاتا ہے...... ایک غریب اپنی غربت کی وجہ سے ہلاک ہوتا ہے اور دوسری طرف امیر اپنی امیری کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے......''

ع
خون اگل کے مر گیا وہ خرد کی دہلیز پر
تب کہیں جا کر بیٹی کے ہاتھ پیلے ہوئے
اور میر شہر نے ہیرے سے خودکشی کر لی

سوچنے کی بات یہ ہے کہ چاہے نمرود کی بادشاہت ہو...... یا فرعون کی سیاسی قید...... یا قیصر و کسریٰ کے سیاسی مظالم......اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انسانیت کو ظلم سے نجات دلانے......اور نورِ ہدایت سے روشناس کرانے کے لئے انبیا اکرام مبعوث کئے......لیکن آپ ﷺ پر نبوت کی تکمیل ہو گئی......اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

﴿اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ﴾ (ترمذی۔ابوداؤد)

''میں آخری نبی ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

لیکن معاملہ یہ ہے کہ آج انسانیت پھر سے ظلم کا شکار رہے......اب کون آئے جو لوگوں کو ظلم و ستم سے نجات دلائے......اور ایسا اجتماعی نظام مرتب کر سکے جس میں کم از کم کچھ وقت تو

ایک غریب کو بھی میسر آسکے کہ وہ معاشی تفکرات سے آزاد ہو کر اس کو اللہ سے لو لگانے کا موقع مل سکے......
چنانچہ اس کام کے لئے علماء کو منتخب کیا گیا اور فرمایا:۔

﴿اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ﴾ (البخاری)

''علماء (حق) انبیاء کے وارثین ہیں۔''

اب یہ ذمہ داری امت کے علماء کے سپرد کردی گئی......اور قرآن میں ارشاد فرمایا:۔

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ﴾ (فاطر:۲۰)

''اور برابر نہیں ہے اندھا اور دیکھنے والا۔''

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ﴾ (فاطر:۲۲)

''اور نہ زندے اور مُردے برابر ہو سکتے ہیں''

﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الزّمر:۹)

''بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں''

کیا قرآن میں پیش کی گئی تینوں اصطلاحوں کے مخاطب یعنی زندہ......عالم......آنکھوں والوں سے مراد علمائے کرام اور مشائخ عظام نہیں ہیں......؟ ایک عام آدمی کیا جانے اسلام کیا ہے......؟ نظامِ عدل و قسط کسے کہتے ہیں......؟ اور وہ کیا جانیں کہ یہ بات بھی اسلامی نظام میں شامل ہے کہ:۔

﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ﴾ (سورۃ الحشر:۷)

''جو لوگ تم میں دولتمند ہیں سرمایہ انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے''

اور ان کو اس بات کی کیا سمجھ کہ یہ بھی اسلامی نظام ہی کی برکات ہیں کہ ایک ہی معاشرے میں امیر اور غریب کے یکساں حقوق ہوتے ہیں......اور اس کے ساتھ کوئی معاشرتی امتیاز اور عدم توازن باقی نہیں رہتا......غرضیکہ ایک عام آدمی ان چیزوں کو کیا جانے......؟؟
اس ضمن میں کیا یہ امتِ مسلمہ کے علمائے کرام (جو کہ ایک اندھے کے مقابلے میں

آنکھوں والے......ایک جاہل کے مقابلے میں عالم......ایک مردہ کے مقابلے میں زندہ ہوتے ہیں) کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ ان چیزوں سے نہ صرف عوام الناس کو روشناس کرائیں......بلکہ وہ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے نظامِ اجتماعی کو نافذ کرنے کے لئے عملی جدوجہد بھی کریں......

ہم دیکھتے ہیں کہ علماء حق اور دینی عناصر کی زیادہ تر مساعی درج ذیل تین شعبوں میں نظر آتی ہے:۔

(۱) درس وتدریس

(۲) تبلیغ دین

(۳) جہاد

﴿درس و تدریس﴾

علومِ نبویہ ﷺ کو قیامت تک لوگوں کے فائدے اور ان میں منتقل کرنے کے لئے حفاظ اور علمائے کرام کی ایک کثیر تعداد امدارس سے نکل رہی ہے......اس کے ساتھ لوگوں تک صحیح اسلام پہنچانے کے لئے واقعی ان کی کوششیں لائق تحسین ہیں......لیکن سوچنے کا پہلو یہ ہے کہ کیا صرف اسلام کی صحیح تعلیمات کو محفوظ رکھنے اور اس سلسلے میں علماء اور حفاظ کی کثیر تعداد بنا لینے سے کیا ہماری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے......؟؟ کیا اسلامی تعلیمات صرف کتابوں ہی میں محفوظ رکھنے کے لئے آئی تھیں......؟؟ کیا اسلامی تعلیمات کا حاصل صرف یہ ہے کہ ہم ہر سال اس کی گردان کریں اور ہر سال ہزاروں طالبعلم اس کی گردان کر کے فارغ التحصیل ہوں......؟؟ اگرچہ یہ کام اپنی جگہ مبارک......لیکن سوال یہ ہے کہ جو قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ کو ہم پڑھا رہے ہیں......اور اس کے لئے دن رات محنت کر رہے ہیں......آیا یہ قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْلُ اللّٰہ کی صدائیں ہمارے اجتماعی نظام میں...... ہماری معاشرت میں...... ہماری معیشت میں......ہماری سیاست میں......ہمارے قانون ساز اداروں میں بھی گونج رہی ہیں کہ نہیں......؟ آج پاکستان

چھوڑیں......کیا دنیا کے کسی کونے میں بھی اسلامی نظام موجود ہے......؟؟ ہر سال ہزاروں طالبعلم یہ پڑھ کر نکلتے ہیں کہ:۔

﴿فَاِن لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (سورۃالبقرۃ : ۲۷۹)

''اگر سود کو نہ چھوڑو گے تو تیار ہو جاؤ اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کیلئے۔''

کیا یہ سود آج ہماری گٹی میں نہیں پڑ چکا......؟ کیا آج ہماری معیشت کلیتًا اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ سود کی شکل میں نہیں کر رہی ہے۔ایک حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''ایک وقت ایسا آئے گا کہ انسان خود تو سود نہیں کھائے گا مگر اس کے غبار سے محفوظ نہیں رہ سکے گا'' (ابوداؤد)

آج گندم کے ایک ایک دانہ پر سود لگ کر آ رہا ہے کیونکہ جو بیج جس قرضہ پر لیا گیا وہ سود پر......ٹریکٹر سود پر...... ٹیوب ویل سود پر......سامان کی ترسیل کے لئے ٹرک سودی قرضے پر ......پھر اسی طرح جس بجلی کی روشنی میں بیٹھ کر ہم قَالَ اللّٰه اور قَالَ الرَّسُوْلُ اللّٰه پڑھتے اور پڑھاتے ہیں وہ سود پر...... جس بجلی سے ہماری مساجد میں نماز کے لئے لاؤڈ اسپیکر چلائے جاتے ہیں وہ سود پر...... پھر جو ہم بجلی ، گیس ، ٹیلیفون اور پیٹرول کی شکل میں جو ہم اضافی رقوم ٹیکسوں کی شکل میں ادا کرتے ہیں وہ سود ...... گویا ہر طرف سود ہی سود ...... ہر طرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہمارا اجتماعی نظام علی الاعلان جنگ کر رہا ہے......

ذرا سوچئے تو سہی ان حالات میں بھی کیا کوئی دیندار شکم سیر ہو کر پاؤں پھیلائے سو سکتا ہے ...... چہ جائکہ کہ ہمارے علماء......! جو کہ وارث ہیں انبیاء کے......ان حالات میں کیا صرف قَالَ اللّٰه اور قَالَ الرَّسُوْلُ اللّٰه کے پڑھائے جانے سے ہماری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے......؟؟ مگر افسوس! چہ جائے کہ ہمارے علماء حضرات ان باتوں کی طرف کرتے ،ان کی حالت

یہ ہے کہ وہ آپس میں ہی دست و گریباں ہیں۔ان حضرات کو سوچنا چاہیئے بقول مفتی محمد شفیعؒ کہ :

''سوال یہ ہے کہ انبیاء اکرام کے وارث ہونے کے دعویدار اور ملک و ملت کے نگہبانوں کو آج اپنے نظریاتی اختلاف رکھنے والوں پر جتنا غصہ آتا ہے،اس سے آدھا بھی ان خدا کے باغیوں پر نہیں آتا جو انسانیت کو ظلم و ستم کی چکی میں پیس رہے ہیں ،اور آپس کے اختلاف کے وقت جس ''جوشِ ایمانی'' کا اظہار ہوتا ہے وہ ایمان کے اس محاذ پر کیوں ظاہر نہیں ہوتا۔ ہمارا زورِ بیان اور زورِ قلم جس شان سے اپنے اختلافی مسائل میں جہاد کرتا ہے اس کا کوئی حصہ بھی اسلام کی سرحدوں اور اصولِ ایمانی پر ہونے والی یلغار کے مقابلہ میں کیوں صَرف نہیں ہوتا؟ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی کوششوں کے مقابلے میں ہم سب بنیانِ مرصوص (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) کیوں نہیں بن جاتے......؟؟

(مفتی محمد شفیعؒ کی کتاب ''وحدتِ امّت'' سے اقتباس)

اور انہی فروعی اور مسلکی اختلافات کو اصل مقصدِ زندگی بنانے اور اپنی دعوت اور کوششوں کا محور بنا کر اصل ''فرضِ منصبی'' سے صرفِ نظر کرنے کے حوالے سے حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں کہ:

''تو جس چیز کا نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں نہ محشر میں، اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی اور جو''صحیح اسلام'' کی دعوت تھی ، جو سب کے نزدیک مجمع علیہ، اور وہ مسائل جو سبھی کے نزدیک متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں ، جن کی دعوت انبیاء کرام لے کر آئے تھے،جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا،وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی ، آج اس کی دعوت تو نہیں دی جا رہی ، یہ

ضروریاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے واغیار سبھی دین کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیئے تھا، وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آ رہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آ رہی ہے، حرام وحلال کا امتیاز اُٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی وفروعی بحثوں میں ......!

اس لئے غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کر دی......''

(مفتی محمد شفیعؒ کی کتاب ''وحدتِ امّت'' سے اقتباس)

پھر ذرا سوچیئے کیا پارلیمینٹ میں قانون سازی اللہ اور اسکے رسول کے احکام کے مطابق ہوتی ہے......؟؟ کیا معاشرتی زندگی میں بے حیائی قوم کیلئے ناسور نہیں بن چکی......؟؟ کیا ہماری عدالتوں میں فیصلے اللہ کے احکام کے مطابق ہو رہے ہیں......؟؟ کیا یہ قرآن کی یہ آیات آج ہم کو پکار کر نہیں کہہ رہی ہے کہ :۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''جو اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ تو کافر ہیں۔''

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''جو اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ تو ظالم ہیں''

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

''جو اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ تو فاسق ہیں۔''

(سورۃ المائدۃ :٤٧،٤٦،٤٥)

جان لیجئے یہ آیات ہم مسلمانوں کے لئے نازل ہوئی ہے......! یہ بہت بڑا مغالطہ ہے کہ یہ آیات صرف یہود ونصاریٰ کے لئے نازل ہوئی ہے......! یہ ہی بات کسی نے حضرت حذیفہ

بن یمانؓ سے کسی نے یہی بات کہی تو انہوں نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

'' نعم الاخوة لكم بنوا سرائيل ان كانت لهم كل مرة ولكم كل هلوة كلاّ والله لتسكن طريقهم قدر الشرٰك''

'' کتنے اچھے بھائی ہیں تمھارے لئے بنی اسرائیل کہ کڑوا کڑوا سب ان کیلئے اور میٹھا میٹھا سب تمہارے لئے، ہرگز نہیں اللہ کی قسم! تم انہی کے طریقے پر قدم بقدم چلو گے۔''

اگرچہ قَالَ اللّٰه اور قَالَ الرَّسُوْلُ اللّٰه پڑھایا جانا اپنی جگہ مبارک......لیکن کیا کتاب اور شریعت کی تعلیم صرف اسی لئے دی گئی تھی کہ اسے صرف پڑھایا جائے اور کتابوں میں محفوظ رکھا جائے......کیا قرآن کی یہ آیت ہمارے اس طرزِ عمل کی مخالفت نہیں کر رہی کہ جس میں تمام رسولوں کے بھیجے جانے کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾

(سورۃ الحدید :٢٥)

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کریں اور ترازو (یعنی قواعدِ عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور لوہا پیدا کیا اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) قوّت بھی شدید ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں اور اس لئے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ انکو ظاہر کر دے۔ بیشک اللہ قوی (اور) غالب ہے۔''

پھر کیا رسول اللہ ﷺ کے بھیجے جانے کا مقصد بھی کچھ اس طرح بیان نہیں ہوا ہے کہ:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (سورۃ الصف :٩)

''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو بُرا ہی لگے''

تو ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے ...... کیا انبیاء کے وارثین کا بھی یہی مقصد نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ عدل وقسط پر قائم ہو جائیں......؟؟ کیا قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْلُ اللّٰہ والا نظام نافذ کرنے کے لئے بھی ہمیں کوئی جدوجہد کرنی چاہیے کہ نہیں ......؟؟ کیا علماءِ کرام کو اپنی مساجد اور خانقاہوں سے نکل کر اللہ کے کلمے کی سربلندی اور قرآن کے لائے ہوئے نظام کو نافذ کرنے کے لئے بھی کوئی جدوجہد کرنی چاہیے کہ نہیں......؟؟

بقول علامہ اقبال کہ : ع نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے **شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ** نے اپنی وفات سے 12 روز قبل جمیعت علماء ہند کے دہلی میں منعقدہ اجلاس میں اپنے خطبۂ صدارت میں یہ پیغام دیا تھا کہ :۔

''اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے ...... جو لوگ موجودہ زمانے کی کش مکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھے رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک ''بدنما داغ'' لگاتے ہیں۔''

(مولانا سید محمد ارشد مدنی۔ روزنامہ جنگ کراچی 18 مئی 2001ء)

پھر اس حوالے سے **شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ** کے الفاظ قابلِ غور ہیں جو انہوں نے مدرسہ '' نظارۃ المعارف'' کے بارے میں کہے...... جسے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ دلی تشریف لے گئے اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے ملاقات کی اور تذکروں میں فرمایا کہ:

''جب کہ انگریزی حکومت اور اقتدار ہندوستان میں قائم ہے تو جس مدت تک تم اپنی اس تعلیم اور اس مدرسے سے دس بیس آدمی صحیح الخیال بناؤ گے ۔ اس مدت میں انگریز ہزاروں ملحد اور زندیق بنا دیں گے۔''

(از کتاب'' اسیر مالٹا '')

پھر بعد میں یہ ہی مدرسہ باطل نظامِ حکومت کے خلاف بڑے اکابرین کا دارالمشورہ بن گیا۔ آج جب مدارس چلانے والے علماء کے سامنے یہ بات رکھی جاتی ہے کہ اٹھئے اور اس طاغوتی نظام کے خلاف میدانِ عمل میں آیئے......اور علمِ بغاوت بلند کیجئے تو......اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ہم نے اس نظام نے خلاف کوئی عملی قدم اٹھایا تو یہ تمام مدارس بند کر دیئے جائیں گے......! لیکن بقول مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کہ:

''آج کتنے بڑے بڑے فتنے ہیں جو اس وقت جہنم کے شعلوں کی مانند بھڑک رہے ہیں اور پورے پورے اسلامی ممالک کو جلا کر خاکستر کر دینا چاہتے ہیں جو صحابہ کرامؓ کی امیدوں پر پانی پھیرنا چاہتے ہیں۔ آج قسم قسم کے اسلام سوز، ایمان سوز، اخلاق سوز، انسانیت سوز فتنے ابھر رہے ہیں...... مادّیت، الحاد، قوم پرستی نبوتِ محمدی ﷺ سے آنکھیں ملانے کیلئے تیار ہے، آج مسلیمہ کذاب نئے نئے روپ میں آرہا ہے اور نبوت محمدی ﷺ کو چیلنج کر رہا ہے...... آج رسول ﷺ کے سرمایہ پر ڈاکہ ڈالا جارہا ہے، آپ ﷺ کے قلعہ میں شگاف پیدا کئے جارہے ہیں۔ آپ ﷺ کے دار السلطنت پر حملہ کیا جارہا ہے، اگر امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ ہوتے تو میں یقین کرتا ہو کہ شاید وہ ''فقہ کی تدوین'' کی بھی تھوڑے دیر کے لئے روک دیتے اور اس مسئلہ کی طرف توجہ کرتے...... آج تمہارے لئے کام کے دوسرے میدان ہیں، آج تمہارے لئے الحاد سے پنجہ آزمائی کا موقعہ ہے...... تمہارے لئے دہریت، مادّیت سے آنکھیں ملانے کا موقع ہے، یقین مانوں اس

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ وامام احمدؒ کی روح نہیں، محمد عربی ﷺ کی روح خوش ہوگی۔‘‘

(اقتباس از ’’نبوت محمدی ﷺ پر الحاد و دہریت کا حملہ‘‘، کتاب ’’پا جا سراغِ زندگی‘‘)

لیکن اگر ہم اکابرین کے طرزِ عمل کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے کبھی اس چیز کی پرواہ نہیں کی......اس کی ایک مثال دی جا چکی ہے کہ اس کو انگریز کے خلاف تحریک چلانے کے لئے کچھ عرصے کیلئے بند کر دیا گیا......! کیا آج کوئی ایسی مثال کو زندہ کرنے کو تیار ہے......؟ اگر ایسا نہیں تو جان لیجئے تو ان مدارس کو زمانے کے ہنگاموں اور انقلابات سے کوئی نہیں بچا سکتا، بقول مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کہ :

’’دنیا میں کوئی ادارہ محض اس وجہ سے نہیں چل سکتا کہ یہ ادارہ آج سے سو برس پہلے قائم ہوا تھا اور اس نے کچھ مفید خدمات انجام دی تھیں۔ محض تاریخ کے بل پر، محض تاریخ کے سہارے کوئی ادارہ، کوئی تحریک، کوئی فلسفہ، کوئی نظام نہ چلا ہے اور نہ چلے گا۔ اگر آپ کسی ادارے کو قائم رکھنے کے لئے اور اس کے لئے کچھ مراعات حاصل کنے کے لئے اس کی تاریخ پیش کرتے ہیں کہ اس (مدرسہ یا ادارہ) نے دورِ ماضی میں یہ خدمات انجام دیں تو لوگ اس کو بالکل نہیں سنیں گے اور اگر کوئی آج خاموش ہو جائے گا تو کل اس کے اندر سے نہایت پُر زور اور پُر جوش تقاضہ پیدا ہو جائے گا کہ اس (مدارس) کو ختم کر دینا چاہئے......اب اس وقت ہمارے مدارس محض مسلمانوں کے جذبۂ خیر، مسلمانوں کے دین پسندی، اسلام پسندی یا محض مسلمانوں کے دین وشریعت کے احترام یا محض بعض علماء کی قربانی یا محض علماء کی بزرگی کے بل پر قائم نہیں رہ سکتے، میں دل پر پتھر رکھ کر یہ الفاظ کہہ رہا ہوں اور خود مجھے اس سے تکلیف ہے۔‘‘

(اقتباس از ’’زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے‘‘، کتاب ’’پا جا سراغِ زندگی‘‘)

مگر گویا محسوس ہوتا ہے، بقول مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ ہی کہ :

’’مدارس جو کبھی طاقت اور زندگی کا مرکز تھے، اور جہاں انقلاب آفریں شخصیتیں پیدا

ہوتی تھیں، وہ مایوسی، افسردگی اور احساسِ کمتری کا شکار ہیں، آج مدارس کی تعداد میں، ان کے طلبہ کی تعداد میں، درس کی کتابوں کی تعداد میں، کتب کے مندرجات کی تعداد میں، وظائف کی تعداد میں بہت بڑا اضافہ ہوا ہے، مگر زندگی کی نبض سست اور قلب کی دھڑکن کمزور ہے، کوئی حسّاس دردمند کبھی بھی اس طرف نکل جاتا ہے تو اس کا ’’دم‘‘ گھٹنے لگتا ہے، اور وہ اس ’’بحرالکاہل‘‘ کو دیکھ کر کہنے لگتا ہے۔ بقول شاعر:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کرے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ، کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

لیکن اب تو مدارس کے حق میں کسی طوفان سے آشناء ہونے کی دعاء کرتے ہوئے بھی دل ڈرتا ہے، آج مدارس میں طوفان کے آثار نظر آتے ہیں، لیکن یہ طوفان باہر کے تھپیڑے اور موجیں ہیں جو مدارس کے در و دیوار سے ٹکرا رہی ہیں، یہ باہر کے ہنگاموں اور سطحی اور عوامی تحریکات کی صدائے بازگشت ہے، جس میں ہمارے مدارس کے طلبہ کا مقام محض ’’نقّال‘‘ یا ’’آلہ صوت‘‘ کا ہے۔

(اقتباس از ’’طالبانِ علوم نبوت کا مقام اور اُن کی ذمہ داریاں‘‘، کتاب ’’پا جا سراغِ زندگی‘‘)

’’تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جہاں علماء نے سب کچھ کیا، لیکن زندگی کے حقائق سے امّت کو روشناس نہیں کیا، ایک اچھا شہری، ایک مفید عنصر بننے اور اس ملک کی ’’قیادت‘‘ حاصل کرنے کی اہلیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی، وہاں اس ملک نے ان (علماء) کو اس طرح اُگل دیا جیسے لقمہ کو اگلا جاتا ہے اور ان کو اگل کر باہر پھینک دیا، اس لئے کہ انہوں نے اپنی جگہ نہیں بنائی تھی۔‘‘

(اقتباس از ’’کاروانِ زندگی‘‘ جلد دوم، باب 15)

تبلیغ دین

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق جو آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ:۔

﴿فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَةِ﴾ (الحدیث)

''پس چاہیئے کہ پہنچائیں جو موجود ہیں ان تک جو موجود نہیں ہیں''

اس حدیث کے مصداق بے شمار لوگ اس دین کی تبلیغ میں مصروف ہیں......اور اس کام کے لئے اپنا قیمتی وقت کھپا دیتے ہیں......اور واقعی ان کی یہ کوشش اس لحاظ سے قابلِ تحسین ہیں کہ بے شمار لوگ جو کہ صرف نام کے مسلمان تھے......اور انہیں کلمہ تک پڑھنا نہیں آتا تھا......ان کی انتھک محنت کی وجہ سے کم از کم کلمہ پڑھنے اور نماز ادا کرنے کے قابل ہو گئے ہیں......اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے اور انہیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔آمین!

لیکن ایک سوال یہاں قابل غور ہے کہ آج ہم چاہیں لاکھ غیر مسلمانوں یا کمزور عقیدہ مسلمانوں کو کلمہ پڑھا دیں......لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر ہماری جدوجہد اس نظام کو تبدیل کرنے......اور اللہ کے دین کو زمین پر نافذ کرنے کے لئے نہ ہوئی......تو وہ ذرائع جو دورِ خلافت میں ہزاروں لوگوں کو بیک وقت کلمہ پڑھانے میں استعمال ہوتے تھے اب وہی ذرائع اس کلمہ سے دور کرنے کا باعث بنیں گے......

پھر درحقیقت مجرد تبلیغ دین (دین کا پہنچانا) بھی اصل مقصد نہیں...... بلکہ اس دین کا پیغام پہنچانے کے بعد اس دین معاشرے میں بالفعل قائم کرنا ہے......جس میں سود حرام ہے......جس میں تمام قانون اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق نافذ ہوتے ہیں......جس میں کوئی معاشرتی اونچ نیچ نہیں ہے......تو اصل مقصد اس دین کو نافذ کرنا ہے یا کرنے کی کوشش کرنا ہے......جیسا کے ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَه﴾ نے کوشش کی......جس دین

کی 13 سال تک مکہ میں تبلیغ کی......موقع ملتے ہیں مدینے میں اس نظام پر مبنی ریاست کو قائم کر کے دکھایا......اور پھر پوری زندگی اس کی حفاظت کی......اور جب وہ ریاست مستحکم ہوگئی......اور صلحِ حدیبیہ وقوع پذیر ہوئی تو......پھر تبلیغ دین کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے کچھ خطوط تھے جو بادشاہوں کے دربار میں لکھے گئے...... اس کے برعکس اگر ہم صرف لوگوں کو کلمہ پڑھا کر کچھ انفرادی تبدیلی تو پیدا کردیں......مگر اسلام کو بطور مکمل نظامِ حیات (Compleete System Of Life) کے طور پر نافذ کر کے باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی جدوجہد نہیں کرتے......تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بستی میں چٹان کے اوپر ایک توپ گولہ داغ کر بستی کے کچھ لوگوں کو زخمی کر دیتی ہیں......جس پر کچھ لوگ ان زخمیوں کو اٹھا کر ہسپتال لے جاتے ہیں......ابھی وہ اپنے گھر واپس نہیں آتے......اتنی دیر میں وہ توپ پھر ایک گولہ اور داغ دیتی ہے......اور پھر کچھ لوگ زخمی ہو جاتے ہیں......وہی لوگ پھر ان زخمیوں کو اٹھا کر ہسپتال لے جاتے ہیں......پچھلی بار کی طرح اس بار بھی وہ ابھی واپس گھر نہیں آتے کہ اتنی دیر میں وہ توپ پھر ایک گولہ داغ دیتی...... پھر وہی لوگ دوبارہ ان زخمیوں کو ہسپتال لے جانے کے لئے گوشاں ہو جاتے ہیں......اس پر ان سے ایک شخص کہتا ہے کہ بھائی اس توپ کا تو منہ بند کرو...... جو بستی والوں کو زخمی کرنے کا باعث بن رہی ہے......اسی بات کو سمجھاتے ہوئے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

''آج مسلمان ایک دانشمندانہ اور حقیقت پسندانہ دینی قیادت کے محتاج ہیں، اگر آپ مسلمانوں کو 100 فیصد ''تہجد گزار'' بنادیں، سب کو متقی و پرہیز گار بنادیں، لیکن ان کا ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو، وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ ملک کدھر جا رہا ہے، ملک ڈوب رہا ہے، ملک میں بداخلاقی وبا اور طوفان کی طرح پھیل رہی ہے، ملک میں (سچے) مسلمانوں سے نفرت پھیل رہی ہے، تو تاریخ کی شہادت ہے کہ پھر تہجد تو تہجد، پانچ وقتوں کی نمازوں کا پڑھنا مشکل ہو جائے گا، اگر آپ نے دینداروں کے لئے اس ماحول میں کوئی جگہ نہ بنائی، اور ان کو ملک کا بے لوث مخلص اور شائستہ شہری ثابت نہیں کیا کہ جو ملک کو بے راہ روی

سے بچانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اور ایک بلند کردار پیش کرتا ہے، تو آپ یاد رکھئے
کہ عبادات ونوافل اور دین کی علامتیں اور شعائر تو الگ رہے، وہ وقت بھی آسکتا ہے
کہ مسجدوں کا باقی رہنا بھی مشکل ہو جائے، اگر آپ نے مسلمانوں کو اجنبی بنا کر اور ماحول
سے کاٹ کر رکھا، زندگی کے حقائق سے آنکھیں بند رہیں اور ملک میں ہونے والے
انقلابات، نئے نئے قوانین، عوام کے دل ودماغ پر حکومت کرنے والے رجحانات
سے وہ بے خبر رہے تو پھر قیادت تو الگ رہی (جو خیر امۃ کا فرضِ منصبی ہے) اپنے وجود
کی حفاظت بھی مشکل ہو جائے گی۔''

(اقتباس از ''کاروانِ زندگی'' جلد دوم، باب 15)

لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ تبلیغ دین جیسے اہم کام کرنے والوں کی بھی اس اجتماعی نظام کو قائم کرنے کے لئے کوئی فکر اور جدوجہد نظر نہیں آتی ...... بلکہ اگر آج ان سے کہا جائے کہ ظلم وستم عام ہے...... نظامِ اجتماعی عدل وقسط کی بنیادوں پر استوار نہ ہونے کی وجہ سے عوام مجبور ہیں...... اور صرف پاکستان کی 54 فی صد آبادی چند لوگوں کی عیاشیوں کی وجہ سے غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں...... اور انتہا یہ ہے کہ انہیں پینے کا صاف پانی بھی میسر نہیں ہے...... تو جواب ملتا ہے کہ جیسے اعمال ہیں ویسے حکمران ہیں...... کسی کو برا نہیں کہو بلکہ اچھائی کو پھیلاتے رہو...... اگر سب کے اعمال صحیح ہوگئے اور سب جنت میں جانے والے بن جائیں تو یہ حالات ہم پر سے ہٹ جائیں...... لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات تو صحیح ہے کہ جیسے اعمال ویسے حکمران...... لیکن ان احادیث مبارکہ کا ہم کیا کریں......؟ جس میں کہا گیا ہے کہ......

''سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔''

(ترمذی۔ابن ماجہ)

''اگر تم کسی برائی کو ہوتا دیکھو تو اسے ہاتھ سے بدلو، اگر اس کی استطاعت نہیں

تو زبان سے روکو، اگر اس کی بھی استطاعت نہیں تو کم از کم دل میں تو اسے برا جانو،
اور یہ جان لو کہ یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔''

(مسلم)

''اور اگر یہ بھی نہیں تو پھر ایمان دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں۔''

(مسلم)

کیا یہ حدیث ہمارے لئے نہیں ہے کہ:

''اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر وہ مظلوم ہے تو میں اس کی مدد کروں لیکن اگر وہ ظالم ہے تو کیسے اس کی مدد کروں؟
آپ نے فرمایا، تم اس کو ظلم سے باز رکھو، یہی اس کی مدد ہے۔''

(بخاری)

''وہ شخص مسلمانوں میں سے نہیں جس کو مسلمانوں کے مسائل ومعاملات کی فکر نہ ہو۔''

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، (اس لئے) نہ تو خود اس پر زیادتی
کرے، اور نہ دوسروں کا نشانہ ظلم بننے کیلئے بے یار ومددگار نہیں چھوڑ دے۔''

(بخاری۔مسلم)

''جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان بندے کو کسی ایسے موقع پر بے یار ومددگار چھوڑ دے گا،
جس میں اس کی عزت پر حملہ ہو، اور اس کی آبرو اُتاری جا رہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی
ایسی جگہ اپنی مدد سے محروم رکھے گا جہاں وہ اس کی مدد کا خواہش مند ہوگا۔''

(سنن ابی داؤد)

''اللہ بلند وبرتر نے جبریل علیہ اسلام کو حکم دیا کہ ایسی ایسی بستی کو اُلٹ دو۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ پروردگار! اس (بستی کے رہنے والے لوگوں) میں تیرا ایک بندہ ایسا ہے جس نے کبھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

"ہاں! (اس کے باوجود) جبریل بستی کو اس پر بھی اُلٹ دو اور دوسروں پر بھی۔ یہ اس لئے کہ (ان بستیوں میں علی الاعلان میری نافرمانی ہوتی رہی اور) اس کے ماتھے پر شکن تک نہیں آئی۔" (مشکوٰۃ عن جابرؓ)

لیکن گویا یہ محسوس ہوتا ہے کہ آج ہم ظالم کا ہاتھ تو بعد میں روکیں گے......! ہمیں تو اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کرنے کے لئے سوچنے کو بھی تیار نہیں ہیں...... جو اس ظالمانہ نظام کے نیچے پسے جا رہے ہیں...... اسی طرح اگر ہم صرف اچھائی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہے ......اور برائی اور ظلم کو برا کہنے سے ہم اجتناب کرتے رہے تو...... پھر آپ ﷺ نے ان حالات کے حوالے سے فرمایا کہ:

"اگر میری امت ظالم کو ظالم کہنا چھوڑ دے تو پھر اس کی اصلاح سے مایوس ہو جاؤ"

(الحدیث)

اسی حوالے سے بقول مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کہ:

"مسلمانوں خالص اپنے مذہب کے رو سے بھی اس کا ذمہ دار ہے کہ وہ جہاں کہیں ہو اپنے ماحول کی فکر کرے، "شترمُرغ" کی طرح ریت میں سَر دھنسا کر خطروں سے آنکھیں بند نہ کرلے اور "سب خیریت ہے" کا سبق نہ دہرائے، (کیونکہ) مسلمانوں کو ہر جگہ بھلائی کا حکم دینے، برائی سے روکنے، اصلاح اور فساد کے روکنے کے کام میں شرکت و تعاون کا حق ہے، (اور) اس کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ زندگی کی جس کشتی پر سوار ہے، وہ جب ڈوبے گی تو اس کو لیکر ڈوبے گی، آں حضرت ﷺ نے اس صورتِ حال کے لئے جو مثال دی ہے، اس سے بہتر مثال کم سے کم مجھے مذہبی و اخلاقی لٹریچر میں نہیں ملی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "ایک کشتی پر کچھ لوگ بالائی منزل پر سوار ہیں، اور کچھ نیچے کی منزل پر، میٹھے پانی کا انتظام اوپر ہے، نیچے والے مجبور ہیں کہ کہاں اوپر جا کر پانی لائیں اور اپنی پیاس بجھائیں، پانی گرتا اور چھلکتا ضرور ہے، کشتی کے "بالانشینوں"

کو اس سے کچھ تکلیف ہوئی، انہوں نے روک ٹوک کی، نیچے والوں نے کہا پانی کے بغیر انسان کا گزارا نہیں، اگر اوپر والے پانی لینے نہیں دیتے تو ہم نیچے کے حصہ میں سوراخ کرلیں گے، اور وہیں بیٹھے بیٹھے دریا سے پانی حاصل کریں گے" آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر اوپر والوں میں ذرا بھی سمجھ ہے تو وہ ان کو ایسا کرنے سے روک دیں گے، اور پانی لیجانے کی اجازت دیں گے، اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور کشتی میں سوراخ ہوگیا تو نہ اوپر والے بچیں گے نہ نیچے والے......(یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو) ان کا مذہبی صحیفہ قرآن اور ان کے پیغمبر ﷺ کی تعلیم (جو خدا کا شکر ہے اور اپنے اندر اب بھی طاقت رکھتی ہے) ان کو نہ صرف اس عام بگاڑ، اس سے پھیلی ہوئی آگ اور دولت کی اندھی پرستش کے اس بہتے ہوئے گندے پانی سے بچنے کی تلقین کرتی ہے، بلکہ ان پر اس کو روکنے اور اس سے لوگوں کو بچانے کی ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے، ان کو ان کے پیغمبر ﷺ نے صاف طریقہ پر سمجھا دیا ہے کہ اگر کشتی کے کسی بھی سوار کو بھی ایسی حرکت سے باز رکھنے کی کوشش نہ کی گئی، جس سے یہ کشتی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور اگر یہ کشتی ڈوبتی ہے تو پھر اس کشتی کا کوئی سوار بھی بچنا چاہئے نہ بچ سکے گا اور یہ کشتی نیک و بد، قصوروار اور بے قصور، سوتے جاگتے سب کے ساتھ ڈوب جائے گی اور کوئی نیکی اور کوئی دانائی کام نہ آئے گی۔" (اقتباس از "کاروانِ زندگی" جلد دوم، باب پنجم)

چناچہ اگر اسلامی نظام کے غالب کرنے کی جدوجہد کئے بغیر ہم عوام الناس کو اس ظالمانہ، کافرانہ اور منافقانہ نظام کے حوالے کر کے صرف ان کو جنت میں لے جانے ...... اور ان کے اعمال صحیح کرنے کی فکر کرتے رہے...... تو جان لیجئے کیا رسول اللہ ﷺ جیسے مبلغ سے بھی 13 سال کی انتھک محنت کے باوجود کیا سارے مکے والوں کے اعمال صحیح ہوگئے تھے......؟؟ لہذا باہر نکلے ہیں تو جو ساتھی جمع ہو چکے تھے ان کی مدد سے پہلے مدینہ کے اندر ایک اسلامی ریاست قائم کی ہے...... اسے مستحکم کیا ہے......اپنے سر سے طاغوت کی چھتری ہٹائی ہے......اور اور کفر کے نظام کو تہہ وبالا کیا ہے...... پھر

کہیں صلحِ حدیبیہ کے بعد تبلیغی وفود روانہ کئے......تب کہیں جا کر فتح مکہ پر یہ معاملہ ہوا ہے کہ :

﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ o وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ
فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا o﴾ (سورۃ النصر:۲،۱)

’’جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں‘‘

لیکن یہ سب ہونے سے پہلے نمونہ دکھایا ہے......یہ نہیں کہ سارے جہاں میں تو ہم اسلام کی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرا رہے ہوں......اگر چہ یہ کام اپنی جگہ مبارک......لیکن ہمارے گھر میں خود طاغوت حکمران ہو......اور شریعت کے خلاف قانون سازی ہو رہی ہو......اور پھر ہمیں اسی اسلام کے نظام کے معاشرے میں نافذ ہونے کی کوئی فکر بھی دامن گیر نہ ہو......اور وہ لوگ جنہیں اس طاغوت کے نظام کی سرکشیوں کے باعث دو وقت کی روٹی بھی نصیب نہ ہو......اس نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے کوئی لائحہ عمل نہ ہو تو...... جان لیجئے یہ طریقۂ کار قرآن کے خلاف بھی ہے......اور سنت نبوی ﷺ کے خلاف بھی...... کیونکہ قرآن کا حکم ہے کہ پہلے طاغوت کا انکار کرنا ہے اور پھر اللہ پر ایمان کی بات ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے کہ:

﴿فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَیُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی﴾

(سورہ البقرۃ : ۲۵۶)

’’پس جو انکار کرے طاغوت کا اور ایمان لائے اللہ پر اُس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں‘‘

اور رہا سنت نبوی ﷺ کا معاملہ......تو ابھی اوپر مثال دی جا چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ کار اختیار کیا تھا......؟ اس کے علاوہ قرآن میں ایک اور جگہ اس کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ جلیل القدر پیغمبروں کو یہ حکم دیا کہ :

﴿شَرَعَ لَکُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوۡحًا وَّالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ وَمَا

وَصَّیۡنَا بِہٖۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَمُوۡسٰی وَعِیۡسٰۤی اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ ؕ
کَبُرَ عَلَی الۡمُشۡرِکِیۡنَ مَا تَدۡعُوۡہُمۡ اِلَیۡہِ ؕ اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ
وَیَہۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یُّنِیۡبُ﴾ (سورۃالشوریٰ : ۱۳)

’’اے مسلمانوں! ہم نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے، جس کی وصیت کی تھی ہم نے نوح (علیہ السلام) کو کی اور جس کی وحی کی ہے (اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ کی طرف اور جس کی وصیت کی تھی ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو کہ اس دین کو قائم کرو اور دین کے معاملے میں پھوٹ نہ ڈالو‘‘

اگر دین قائم ہے تو اسے قائم رکھو......اور اگر قائم نہیں ہے تو اسے قائم کرو......لیکن آج یہ کہا جاتا ہے کہ ہم زمین سے نیچے اور آسمان سے اوپر کی بات کرتے ہیں......! ہمارا زمانے کے اتار چڑھاؤ سے کوئی تعلق نہیں......اور نہیں ملکی وملّی سیاسی وحکومتی زندگی سے کوئی تعلق ہے......تو ذرا ایک لمحہ کے لئے سوچئے کیا قرآن نے اس دین کو آسمان سے اوپر اور زمین سے نیچے قائم کرنے کا حکم دیا ہے یا اس زمین پر......آیا آدم (علیہ السلام) کو زمین میں خلیفہ بنایا گیا تھا کہ نہیں......؟؟ ذرا غور کیجئے کہ اس اسلامی ریاست کو جو کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین پر بنائی تھی......جو نہ آسمان کے اوپر تھی نہ زمین کے نیچے......اور اس کی حفاظت کے لئے کتنی جدوجہد کی تھی......! کہیں یہود کی سازشوں کا مقابلہ کیا جا رہا ہے......تو کہیں کفارِ مکہ سے بدر کے مقام پر نبرد آزما ہیں......تو کہیں اس ریاست کی حفاظت کے لئے غزوۂ احزاب میں خندق کھودنے میں کوشاں ہیں......اس کے ساتھ ساتھ اگر ہم صحابہ اکرام اور اپنے اسلاف کی زندگی کی طرف نظر ڈالیں تو واضح نظر آتا ہے کہ وہ کبھی مسلمانوں کے اجتماعی وسیاسی نظام سے قطع تعلق رہے ہوں۔ حضرت امام حسینؓ نے یزید کے خلاف علم جہاد بلند کیا......حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے حجاج بن یوسف کے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی......اور ہم جانتے ہیں کہ ان دونوں صحابہؓ نے جام شہادت نوش کیا......اسی طرح امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے ملوکیت کے خلاف آواز اٹھائی......امام احمد بن حنبلؒ نے خلق قرآن کے

فتنے کی سرکوبی کی خاطر بدترین جیل کی سزا کاٹی......امام ابن تیمیہؒ نے مسلمانوں کو تاتاریوں کے ظلم سے نجات دلانے کے لئے تحریک چلائی......شاہ اسماعیلؒ اور سید احمد بریلویؒ نے انگریزوں سے ہندوستان کے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لئے جدوجہد کی ،اور شہادت سے سرفراز ہوئے ......اسی طرح شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ نے بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کیا اور آج جیسے ''گوانتانا موبے'' کی سزا دیتا ہے امریکہ مجاہدین کو......اسی طرح انگریزوں نے مالٹا میں '' کالے پانی '' کی سزا دی......اسی بات کو واضح کرتے ہوئے کلید بردار کعبۃ اللہ ، مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی زندگی کا رخ کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

''میں اپنے بارے صراحت کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ زندگی کے کسی بھی لمحے اور کسی وقفے میں بھی ان لوگوں میں نہیں رہا ہوں، جو دین اور سیاست کی تفریق کے قائل ہیں......نہ میں ان لوگوں میں ہوں جو دین اسلام کی ایسی تعبیر کرتے ہیں جس سے وہ زندگی کے ہر نظام اور حالات کے ہر سانچے میں فٹ ہو جائے اور ہر رنگ کی سوسائٹی میں جڑ جائے......اور نہ میرا تعلق کبھی اس گروہ سے رہا ہے جو سیاست کو '' الشَّجَرَةِ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰن '' (وہ زقوم کا ملعون شدہ درخت جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے) کا مصداق سمجھتا ہے......میں تو ان لوگوں کی اگلی صف میں ہو، جو مسلمان قوموں میں صحیح سیاسی شعور کے داعی ہیں اور ہر اسلامی ملک میں صالح قیادت کو بروئے کار دیکھنا چاہتے ہیں......میں ان لوگوں میں ہوں ، جن کا اعتقاد یہ ہے کہ '' دینی معاشرہ اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک اقتدار دین اسلام کو حاصل نہ ہو اور حکومت کا نظام اسلامی بنیادوں پر استوار نہ ہو۔ میں اسی بات کا داعی ہوں اور زندگی کی آخری سانس تک رہوں گا۔''

(نیا طوفان اور اس کا مقابلہ صفحہ نمبر 29)

دراصل بات یہ ہے کہ یہی وہ اسلامی اجتماعی نظام تھا جو کہ زمین پر قائم تھا......لیکن اس نے انسانوں کی آسمان سے اوپر اور زمین سے نیچے کی زندگی بھی......زمین پر رہتے ہوئے ساتھ ساتھ سدھار دی تھی......اور زمین پر یہ نظارہ بھی دیکھا گیا تھا کہ ایک عورت یمن سے حضر موت تک سونا اچھال کر لے جاتی تھی......اور اسے کوئی خوف نہیں ہوتا تھا......اور پھر اسی نظام کے تحت اس وقت کا خلیفہ یہ کہتا ہے کہ ''اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو اس کا سوال عمر سے ہوگا''...... اور پھر رہا آخرت کا معاملہ تو انہیں یہ خطاب دیا گیا کہ '' رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ وَرَضُوْ عَنْهُ'' ......تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ ہمارا طریقہ انسانیت کو ظلم وستم سے نجات دلانے......اور ہمارے سروں سے کفر اور ظلم کی چھتری ہٹانے میں کسی بھی صورت ممدود معاون ثابت ہو رہا ہے کہ نہیں......؟؟ یا کہیں ہم اس دھوکہ میں تو نہیں آگئے کہ ع

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کتنا حسین فریب ہے جو کھا رہے ہیں ہم

اس حوالے سے اسیر مالٹا شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے فرمایا کہ :۔

''بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہرے ذکر اللہ کی روشنی اور نماز کے نور سے روشن ہیں لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا جلد اٹھو اور اس امت موعود کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دل پر چند ناپاک ہستیوں اور ان کے سامانِ حرب وضرب کا خوف طاری ہو جاتا ہے ''

(جامعہ ملیہ اسلامیہ ،علی گڑھ انڈیا ۔۱۹۲۰ء)

جهاد

حضور ﷺ سے لیکر آج تک جہاد دنیا کے...... کسی نہ کسی حصّہ میں ......کبھی نہ کبھی ہوتا رہا ہے ......انگریزوں کے پروردہ جھوٹے نبی قادیانیوں نے جہاد کے خلاف بڑی کوششیں کیں ......لیکن بفضل خداوہ ناکام رہے......اور پھر اسی جہاد کی برکت سے افغانستان میں 6 سالوں ہی کے لئے سہی دنیا نے دیکھا کہ اسلام کس طرح ایک بار پھر انسانوں کو امن و عافیت فراہم کر سکتا ہے...... پوری دنیا کا کفران مٹھی بھر مجاہدین اسلام کے سامنے اپنے تمام دنیاوی ساز وسامان سے لیس ہو کر انہیں نیست و نابود کرنے پر تل گیا ...... لیکن یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ افغانستان اور کشمیر کے لوگوں کو ظلم وستم سے نجات دلانے والے پرخلوص لوگوں کی...... پاکستان کے لوگوں کو ظلم وستم سے نجات دلانے......اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوئی جدوجہد نظر نہیں آتی......

اگر ہم صرف پاکستان ہی کی عوام کا تجزیہ کرلیں ......تو ہمیں نظر آئے گا کہ اس ظالمانہ نظام کی وجہ سے ملک کی 60% آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے......اور ہر سال غربت، بھوک اور افلاس کی وجہ سے تقریباً 2500 افراد خودکشی جیسے حرام عمل پر مجبور ہو جاتے ہیں......۲۰۰۵ء میں 8845 لوگوں نے صرف صوبہ سندھ میں خودکشی کی کوشش کی ......اور بے شمار مثالیں تو ایسی ہیں کہ انہوں نے بھوک اور فاقوں سے تنگ آکر اپنی بیوی بچوں سمیت اجتماعی خوکشی کا اقدام اٹھانے سے بھی گریز نہیں کیا......ذرا سوچیئے تو سہی......! آخر انہیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے......جبکہ اس کے برعکس جو اس ملک کا جاگیر دار اور سرمایہ دار طبقہ ہے...... جو کہ ملک کا کچھ فی صد حصّہ بنتے ہیں......ان کی عیاشیوں میں مزید اضافہ سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے آخر ان کا ہاتھ روکنے والا کون ہے......؟؟

اور پھر اگر اسلامی نظام کے حوالے سے دیکھیں تو کیا پاکستان میں شریعت نافذ ہے......؟؟ کیا یہاں تمام فیصلے اللہ اور اسکے رسول کے احکام کے مطابق ہوتے ہیں......؟؟ کیا معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی اپنے عروج پر نہیں پہنچ چکی ہے......جس نے ہمارے نوجوانوں کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے......اور پھر کیا ہمارے ملک میں سود پر مبنی معاشی نظام موجود نہیں ہے......؟؟ کیا ہم نے بحیثیت پوری قوم اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلانِ جنگ نہیں کیا ہوا ......؟؟ کیا آج ہمارے حکمران کھلے عام ''کُفْرِ بَوَاہ ''(کھلم کھلا کفر) کی طرف دعوت نہیں دے رہے ......؟ کیا آج خلافت کے بابرکت نظام کو آج ناقابل عمل نہیں قرار نہیں دیا جا رہا ......؟ کیا آج داڑھی اور پردہ جیسے شعائر اسلام کا یہ کہہ کر مذاق نہیں اڑایا جا رہا کہ ''داڑھی اور پردہ '' کو گھر پر رکھا جائے......؟ اور پھر ہم اپنی عدالتوں کی طرف دیکھیں......کیا یہاں سے ایک غریب کو انصاف ملنے کی توقع بھی کی جا سکتی ہے......؟؟ اور پھر کیا سیاسی سطح پر حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے...... یا طاغوتی نظام کی حاکمیت ہے......! جس میں ایک ظالم کی تو پوری پوری حفاظت ہے......مگر ایک غریب کے لئے اپنی جان و مال اور عزت وآبرو کسی چیز کی کسی بھی سطح پر کوئی ذمہّ داری نہیں ......کیا ان تمام چیزوں کی روشنی میں اللہ کا یہ فتویٰ ہمیں پکار پکار کر نہیں کہہ رہا ہے کہ :

﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ﴾

''جو اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ تو کافر ہیں۔''

کیا قرآن کریم کا یہ حکم ہمارے سامنے نہیں کہ:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰہِ﴾

(سورة النساء : ١٣٥)

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم کرنے کیلئے کھڑے ہو جاؤ اللہ (کے دین) کیلئے گواہی دیتے ہوئے۔''

آج یہاں کے مظلوم مسلمان چیخ چیخ کر اپنے علماء اور مشائخ سے پوچھتے ہیں کہ......

صاحبِ اقتدار تو جاہل ہیں......اندھے ہیں اور مردہ ہیں......مگر آپ تو آنکھوں والے ہیں......! آپ تو عالم ہیں......آپ تو زندہ ہیں......آپ نے ہمارے لئے کیا کیا......؟؟ اور سوالیہ انداز میں پوچھتے ہیں......کیا ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے......؟؟ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی طرح......جیسے انہوں نے اپنے وقت عوام کو ظلم و ستم سے نجات دلا کر عدل وقسط پر قائم کرنے کی کوشش کی تھی......ان کا وارث بنا کر انہی کی طرح ہمیں ظلم و ستم سے نجات دلانے کی ذمہّ داری آپ پر نہیں ڈالی ہے......؟؟ کیا ہمیں اس ظلم سے نجات دلانے......اور اس ملک میں اسلامی نظام جس میں درحقیقت مظلوم کی دادرسی بھی ہو......اور ظالم سے پوچھ گچھ بھی ہو......! اس کے لئے آپ تمام اختلافات بھلا کر مل کر کام نہیں کر سکتے......؟؟

جان لیجئے جیسے حدیث کے مطابق، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھیں گے کہ:۔

''اے ابن آدم! میں بیمار تھا اور تم نے میری عیادت نہیں کی......میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہیں کھلایا......میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہیں پلایا......بندہ عرض کرے گا اے اللہ! تو رب العالمین ہے......تو ان تمام چیزوں سے کیا واسطہ؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرا فلاں بندہ بیمار تھا......میرا فلاں بندہ بھوکا تھا......میرا فلاں بندہ پیاسا تھا......

اگر تو اس کی خبر گیری کرتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا......

(صحیح مسلم)

تو کیا عین ممکن نہیں اللہ تعالیٰ یہ سوال بھی کر لیں کہ......اے وراثتِ نبوت کے دعوے دارو! میرے بندے ظلم و ستم کا شکار تھے تم نے ان کو بچانے کے لئے کیا کوشش کی......؟ مگر افسوس......! ان سب باتوں کے باوجود بھی ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ ہم شاید ان مظلوموں کی دادرسی کرنے والا کوئی نہیں ہے......کون ہے جو ہماری ان باتوں پر کان دھرے......؟ اور مزید یہ کہ اس اہم دینی فریضہ کی ادائیگی تو دور کی بات......ہم اس معاملے میں سوچنے کے لئے

بھی تیار نہیں ہیں۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ......بقول شاعر کہ :۔ ع

وائے ناکامی کے متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اور

کسی نے بقراط سے جا کے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا؟
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا
کہ جس کی دوا حق نے کی نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں
یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے
بھنور میں جہاز آ کے جس کا گھرا ہے
کنارا ہے دور اور طوفان بپا ہے
گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے
نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی!
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی!!

(اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو حق ہے وہ ہمیں حق ہی کر کے دکھائے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اور جو باطل ہے وہ باطل ہی کر کے دکھائے اور اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ امین)